اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اکتوبر ۱۹۹۳ء کے انتخابات کے حوالے سے طریق انتخاب کا مسئلہ ایک بار پھر زیر بحث ہے۔ موجودہ جداگانہ طریقِ انتخاب کے بارے میں جہاں ملک کی بڑی سیاسی جماعتوں کے درمیان اتفاق رائے نہیں ہے، وہیں اقلیتی برادریوں کے رہنما بھی باہم متفق نہیں۔ جداگانہ طریقِ انتخاب کی تائید یا مخالفت کرنے والوں کی "صف بندی" کافی دلچسپ ہے۔ مسلمان سیاست دانوں میں سے دینی اقدار کے داعی اور اقلیتی برادریوں کے سیکولر سیاست دان جداگانہ طریقِ انتخاب کی تائید کر رہے ہیں جب کہ اقلیتی مذہبی رہنما اور مسلم - سیکولر سیاست دان یک جا نظر آتے ہیں۔

صورتِ حال کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ اقلیتی برادریوں کے سیکولر سیاست دان عملی سیاست کے حوالے سے سوچتے ہیں۔ ان کی رائے میں مخلوط طریقِ انتخاب کے ذریعے کسی اقلیتی امیدوار کا قومی یا کسی صوبائی اسمبلی کے انتخاب میں جیتنے کا کوئی امکان نہیں ہے اور اگر بالفرضِ محال کسی سیکولر سیاسی جماعت کی تائید سے وہ ایوان اسمبلی تک پہنچ بھی جائے تو وہ اپنے مسلم ووٹروں کو ناراض کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوگا۔ کہا جا سکتا ہے کہ مخلوط طریقِ انتخاب کے ساتھ قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں مخصوص اقلیتی نشستوں کے ذریعے اقلیتی مفادات کا تحفظ ہو سکتا ہے۔ منتخب ارکانِ اسمبلی کے ووٹوں سے جو اقلیتی ارکان چنے جائیں گے، کس حد تک اپنی برادری کے مرہونِ احسان ہوں گے اور کس قدر مسلمان سیاسی رہنماؤں اور جماعتوں کے، اس حقیقت پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔

دینی اقدار کے داعی مسلم سیاسی رہنما جہاں ملک کی نظریاتی اساس کے پیشِ نظر جداگانہ طریقِ انتخاب کی حمایت کرتے ہیں، وہیں وہ اسے عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق پاتے ہیں۔ جداگانہ طریقِ انتخاب کے ذریعے ہی اقلیتی برادریوں کے ووٹر اپنے ارکانِ اسمبلی پر دباؤ ڈالنے کی پوزیشن میں ہوتے ہیں اور اقلیتی ارکان اپنی برادریوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ وہ اقلیتی مفادات اور نقطۂ نظر کے لیے مسلمان سیاست دانوں سے پوری قوت سے اختلاف کر سکتے ہیں۔

سیکولر - مسلم سیاست دانوں کی طرف سے جداگانہ طریقِ انتخاب کی مخالفت کا سبب یہ نظر آتا ہے کہ اس کی موجودگی میں وہ دینی - سیاسی جماعتوں کے بالمقابل قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے چند حلقوں میں اقلیتی برادریوں کے ووٹوں سے محروم رہتے ہیں۔ (ان کا غلط یا صحیح اندازہ یہ ہے کہ مخلوط طریقِ انتخاب کے مطابق اقلیتی ووٹ انہیں ملیں گے۔) تاہم سیکولر - مسلم سیاست دان کسی صورت

میں دستور (۱۹۷۳ء) کی اس دفعہ کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے اور ریاستی سطح پر اس کا بھرپور اظہار ہونا چاہیے۔

اقلیتی برادریوں اور بالخصوص مسیحی برادری کے مذہبی رہنماؤں کی جانب سے جداگانہ طریقِ انتخاب کی مخالفت کا سبب سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا یہ حضرات پاکستان کی نظریاتی اساس کو تسلیم نہیں کرتے اور مذہب کے نام پر زندگی بسر کرنے اور لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے کے باوجود مملکتِ خداداد پاکستان کی غالب اکثریت کو اپنے مذہب پر عمل کرتے دیکھنا پسند نہیں کرتے؟ سبب کچھ بھی ہو مگر مسیحی مذہبی رہنماؤں کے رویّے کو چنداں مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ان سے یہ سوال پوچھنے کا بنیادی حق تو مسیحی ووٹروں کا ہے کہ جداگانہ طریقِ انتخاب کے تحت ہونے والے انتخابات کا بائیکاٹ کر کے وہ اپنی برادری کی کیا خدمت انجام دے رہے ہیں؟

کیا مذہب کی نسبت سیاسی سطح پر "مذہب سے لاتعلقی" زیادہ اہم ہے؟ مملکتِ خداداد پاکستان کی نظریاتی اساس کا تقاضا یہ ہے کہ ہماری اقلیتی برادریاں مسلم اکثریت کو عدل و انصاف، رواداری اور دوسری اعلیٰ انسانی اقدار کے تحفظ اور فروغ کے لیے مواقع فراہم کریں۔